# قرآن کا نام نہ لو!

یہ ایک حقیقت ہے بدیہی کہ مسلمان (تمام دنیا کے مسلمان) کمزور اور ناتوان ہیں اور اکثر اوقات ان کی یہ کمزوری، ذلّت اور خواری کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم کمیشن اور کمیٹیاں بٹھاتے ہیں یہ تحقیق کرنے کے لئے کہ ہمارے اس زوال کے اسباب کیا ہیں۔ قرآنِ کریم کہتا ہے کہ اس زوال اور تباہی کے (متعدد) اسباب نہیں جن کی تحقیق کے لئے تمہیں کہیں دور جانا پڑے۔ اس کا ایک ہی سبب ہے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے لیکن تم اس پر سے آنکھیں بند کر کے گذر جاتے ہو۔ سورۂ محمد میں ہے: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ...... (۴۷/۸) جو لوگ صداقت سے انکار کرتے ہیں وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔" سوال یہ ہے کہ وہ کونسی صداقت ہے جس سے انکار کا نتیجہ ذلّت و خواری ہے۔ فرمایا:-

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ (۴۷/۹)

یہ ذلّت و خواری اس لئے ہے کہ یہ لوگ خدا کی کتاب کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کا سب کیا کرایا رائیگاں جاتا ہے۔

"كَرِهُوْا" (کراہت) کے معنی ہوتے ہیں کسی کام کو بامرِ مجبوری کرنا۔ یعنی دل تو اس پر راضی نہ ہو، لیکن اسے کسی مجبوری کے تحت ماننا یا کرنا پڑے۔ بادنیٰ تدبر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ آیت غیر مسلموں سے متعلق نہیں، ہم (مسلمانوں) کے متعلق ہے۔ غیر مسلم تو کھلے بندوں اس کا انکار کرتے ہیں۔ ہم ہیں کہ قرآن کو دل کی رضامندی سے مانتے بھی نہیں، اور کھلے بندوں اس سے انکار کی جرأت بھی اپنے اندر نہیں پاتے۔ اسے مرتے بندوں مانتے ہیں —— کافر نتوانی شد، ناچار مسلماں شو —— اس نے ہماری اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:-

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا (۱۷/۴۶)

اور جب تو قرآن میں اکیلے خدا کا ذکر کرتا ہے تو ان کے دل میں نفرت کا طوفان اٹھتا ہے اور یہ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

یہ خدائے واحد (اکیلے خدا) کی اطاعت کے تصوّر تک کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کے ساتھ انسانوں کو بھی شریک کرتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (۳۹/۴۵)

جب تو خدائے واحد کا ذکر کرتا ہے تو ان لوگوں کا دل پیچ و تاب کھاتا ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ لیکن جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو بہت خوش ہوتے ہیں۔

انسانوں کو خدا کا ہمسر بنانا۔ ان کے فیصلوں کو خدائی شریعت قرار دینا، کھلا ہوا شرک ہے۔ فرمایا:۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۔۔۔۔ (۴۲/۲۱)

کیا انہوں نے خدا کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں جو ان کے لئے احکام شریعت وضع کرتے ہیں حالانکہ خدا نے ایسا کرنے کی کہیں اجازت نہیں دی۔

یہی ہیں وہ لوگ جو خدا پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہونے کے باوجود مشرک کے مشرک رہتے ہیں۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۱۲/۱۰۶)

خدا کے ساتھ انسانوں کو شریک کرنے والوں کے متعلق وہ کہتا ہے:۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۲۹/۵۱)

(اے رسولؐ!) کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تیری طرف یہ کتاب نازل کی ہے، جس میں، ان لوگوں کے لئے جو اس کے خود مکتفی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، سامانِ شرف و رحمت ہے۔

یہ لوگ جو اس کے خود مکتفی ہونے پر ایمان رکھتے تھے، صدرِ اوّل کے مومن تھے۔ وہ اعلان کرتے تھے کہ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ۔ "ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے"۔ ان کے بعد وہ دور آیا جس میں اس قسم کے عقائد وضع ہوئے کہ، مثلہ معہ، "قرآن کے ساتھ، قرآن کی مثل کچھ اور بھی ہے"۔ یہ "کچھ اور" روایات تھیں۔ ان سے کہا گیا کہ خدا نے تو وحی (ما انزل اللہ) کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اور ما انزل اللہ (وحی) قرآن ہی ہے۔ جواب ملا کہ نہیں! وحی قرآن ہی میں نہیں —— خارج از قرآن بھی ہے۔ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ وحی متلو (جو قرآن میں ہے) اور وحی غیر متلو (روایات)۔ اس لئے روایات، قرآن کے ساتھ، قرآن کی مثل ہیں۔ اور ان کی اطاعت بھی اسی طرح دینی ہے جس طرح قرآن کی اطاعت۔ پہلے تو روایات اور قرآن دونوں کو ہمدوش قرار دیا۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ عقیدہ وضع کر دیا کہ روایات قرآن کو منسوخ کر سکتی ہیں۔ اس سے اصل اطاعت، روایات کی قرار پا گئی اور قرآن ان کے تابع ہو گیا۔ بعض روایات میں ایسا بھی آیا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میری طرف منسوب کردہ کوئی روایت اگر قرآن کے خلاف ہو تو اسے مسترد کر دو۔ وہ میرا قول ہو نہیں سکتا۔ جواب ملا کہ یہ حدیث زندیقوں کی وضع کردہ ہے رسول اللہ کی نہیں ہے (اہلِ حدیث کا ترجمان، ماہنامہ الاعتصام، بابت ۲۲ جنوری ۱۹۷۰ء) جب قرآن اور حدیث میں تضاد ہو تو قرآن کی آیت کو منسوخ سمجھو۔

انہی روایات پر مبنی، فقہ کے احکام مرتب ہوئے، اور ان کے متعلق بھی یہ عقیدہ وضع ہوا کہ

ہر وہ آیت جو اس طریقہ کے مخالف ہو جس پر ہمارے اصحاب ہیں، وہ یا تو مؤول ہے اور یا منسوخ۔　　　(فقہ حنفی کے مسلم امام، ابوالحسن عبیداللہ الکرخیؒ)

اس وقت سے لے کر آج تک، اسلام نام ہے روایات کی اطاعت یا فقہ کی اطاعت کا۔ قرآن محض تلاوت کے لئے رہ گیا ہے۔ اگر کوئی اس کی سند پیش کرتا ہے تو اسے گردن زدنی قرار دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ کی بات ہے، یہ بحث چھڑی کہ اسلام میں غلام اور لونڈیوں کی اجازت ہے یا نہیں۔ علامہ اسلم جیراجپوریؒ نے قرآن کریم سے ثابت کیا کہ اسلام میں اس کی قطعی ممانعت ہے۔ مودودی مرحوم نے روایات سے اس کا جواز پیش کیا اور لکھا کہ

> مؤلف کی غلطی کا اصل سبب یہ ہے کہ انہوں نے صرف قرآن سے غلامی کا قانون اخذ کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔
> (تفہیمات حصہ دوم۔ صـ ۲۹۲)

"صرف قرآن" سے دین کا قانون اخذ کرنا جرم عظیم ہے؛ اس لئے کہ

> رسول اللہؐ نے جو کچھ استاد کی حیثیت سے بتایا اور سکھایا ہے، وہ بھی اسی طرح خدا کی طرف سے ہے جس طرح قرآن خدا کی طرف سے ہے۔ اس کو غیر از قرآن کہنا صحیح نہیں۔
> (تفہیمات۔ حصہ اول۔ صـ ۳۳۶)

سابقہ جماعتِ اسلامی کے ایک دوسرے ذمہ دار رکن، مولانا امین احسن اصلاحی نے صاف صاف لکھ دیا کہ

> جو لوگ شریعت کو صرف قرآن کے اندر سمجھتے ہیں وہ کافر ہیں۔
> (تسنیم۔ استقلال نمبر۔ ۱۹۵۲ء)

(۰)

# قرآنی فقہ قابلِ تسلیم نہیں

اس سے پہلے تو پھر بھی (مثلاً منہ کے عقیدہ کی رُو سے) نظری طور پر ہی سہی، قرآن کو خارج از قرآن شرائع کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔ لیکن اب جو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" میں اسلامی احکام کے نفاذ کا عمل شروع ہوا ہے تو قرآن کو ان کے ساتھ بھی نہیں رکھا جاتا۔ اسے اس فہرست سے یک قلم الگ کر دیا گیا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی آپ کو ذیل کی خط و کتابت میں ملے گی۔ مدیر طلوعِ اسلام کی طرف سے، ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ذیل کا خط ایڈمنسٹریٹر جنرل، سنٹرل زکوٰۃ ایڈمنسٹریشن کے نام بھیجا گیا۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۸۱ء

محترمی۔ السلام علیکم!

میں آپ کی توجہ ایک نہایت اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ قرآن کریم کی رُو سے اس کے ڈانڈے کفر اور اسلام سے جا ملتے ہیں۔ بنابریں ہم متوقع ہیں کہ آپ اسے اپنی خصوصی توجہ کا مرکز قرار دے کر ہمیں اپنے جواب سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

۲۔ زکوٰۃ آرڈی ننس کی ترمیم مجریہ ۲۹ راکتوبر ۱۹۸۰ء میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو احکام زکوٰۃ سے مستثنےٰ قرار دلانا چاہے، وہ ایک ڈیکلریشن داخل کرے جس میں تحریر ہو کہ وہ جس فقہ کا پابند ہے اس کی رُو سے وہ حکومت کے آرڈی ننس کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے کا پابند نہیں۔ قارئینِ طلوعِ اسلام ہیں سے بعض احباب نے ڈیکلریشن داخل کیا جس میں لکھا کہ

> میں مسلمان ہوں اور قرآنی فقہ کا پابند۔ میں اپنے عقیدہ اور قرآنی فقہ کی رُو سے اپنے آپ کو حکومت کے آرڈی ننس کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے کا مکلف نہیں پاتا، اس لئے مجھے ان احکام سے مستثنےٰ قرار دیا جائے۔

یہ حضرات (اور ہم خود) یہ سمجھتے تھے کہ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کی طرف سے اس ڈیکلریشن کو نہایت خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا جائے گا، لیکن ان احباب نے جو خطوط ہمیں بھیجے ہیں انہیں دیکھ کر ہمارے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ان میں سے صرف دو ایک زکوٰۃ وضع کرنے والی ایجنسیوں نے اس ڈیکلریشن کو قابلِ قبول سمجھا ہے۔ باقی سب نے یہ کہہ کر مسترد کر دیا ہے کہ قرآنی فقہ مسلّمہ (RECOGNIZED) فقہ نہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا، "فقہ" احکام (یا JURISPRUDENCE) کو کہتے ہیں۔ گویا ان ایجنسیوں کے نزدیک، قرآنی احکام مسلّمہ نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض نے ڈیکلریشن داخل کرنے والوں سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ بتائیں کہ قرآنی فقہ کے مسلّمہ ہونے کی اتھارٹی کیا ہے۔ بعض نے اس کے مسلّمہ ہونے کے لئے دستاویزی ثبوت طلب کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس ثبوت کے لئے دو مفتیوں کے سرٹیفکیٹ پیش کئے جائیں۔

۳۔ چونکہ، جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے، اس سوال کا تعلق مملکتِ پاکستانیہ کی اساس و بنیاد سے ہے۔ اس لئے ہم ان جوابات پر جو ہمیں بالواسطہ موصول ہوئے ہیں، اکتفا اور انحصار نہیں کرنا چاہتے، ہم آپ سے براہِ راست دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا زکوٰۃ، ایڈمنسٹریشن قرآنی فقہ (احکام قرآنیہ) کو مسلّمہ تسلیم کرتی ہے یا نہیں۔

طلوعِ اسلام کا تعلق نہ کسی سیاسی پارٹی سے ہے نہ کسی مذہبی فرقہ سے — وہ قرآنِ کریم کو اُمّت کے لئے ضابطۂ حیات قرار دیتا ہے اور اس کی نشر و اشاعت اپنا دینی فریضہ۔ جہاں اور جس گوشے سے بھی کوئی بات قرآن مجید کے خلاف اُٹھے وہ بحدِ امکان اس کی مخالفت اور تردید کرتا ہے۔ یہی اس کا مسلک تحریکِ پاکستان کے زمانے میں تھا اور یہی مسلک تشکیلِ پاکستان کے بعد اب تک ہے۔ یہ اسی دینی ذمہ داری کا تقاضا ہے جس کی رُو سے ہم نے آپ سے اس امر کی وضاحت ضروری سمجھی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ غیر مبہم اور متعیّن الفاظ میں اس کی وضاحت فرمائیں گے اور ہمیں زیادہ عرصہ تک انتظار میں نہیں

رکھیں گے، کیونکہ اس باب میں ہمیں متعدد استفسارات موصول ہو رہے ہیں۔

بخدمت محترم۔
ایڈمنسٹریٹر جنرل
سنٹرل زکوٰۃ ایڈمنسٹریشن
منسٹری آف فائننس۔ اسلام آباد

والسلام
خیر طلب
محمد خلیل
مدیر طلوع اسلام

جب اس خط کا کوئی جواب موصول نہ ہوا، تو ۸ر جنوری ۱۹۸۲ء کو یاددہانی کا حسبِ ذیل خط بھیجا گیا:۔

۸ - ۱ - ۱۹۸۲

محترمی - السلام علیکم!

میں نے اپنے عریضہ مورخہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۸۱ء میں دریافت کیا تھا کہ کیا زکوٰۃ ایڈمنسٹریشن قرآنی فقہ (احکامِ قرآنی) کو مسلّمہ تسلیم کرتی ہے یا نہیں۔ اس کا کوئی جواب آپ کی طرف سے موصول نہیں ہوا۔ یہ عریضہ بطور یاددہانی ارسالِ خدمت ہے۔

۲۔ چونکہ، جیسا کہ میں نے اپنے عریضہ میں گزارش کیا تھا، اس سوال کا تعلق تمام ملّتِ پاکستانیہ سے ہے، اس لئے اگر آپ کا جواب ۱۰ر جنوری ۱۹۸۲ء تک موصول نہ ہوا، تو بامرِ مجبوری اس خط وکتابت کو پریس میں اشاعت کے لئے دے دیا جائے گا۔

تکلیف دہی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ والسلام

بخدمت محترم! ایڈمنسٹریٹر جنرل
سنٹرل زکوٰۃ ایڈمنسٹریشن
منسٹری آف فائننس۔ اسلام آباد

نیاز آگیں
محمد خلیل
مدیر، طلوع اسلام

اس کا بھی ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ لیکن سنٹرل ڈائریکٹوریٹ، نیشنل سیونگز، اسلام آباد نے ایک استفسار کے جواب میں، سنٹرل زکوٰۃ ایڈمنسٹریشن کا حسبِ ذیل فیصلہ نقل فرمایا ہے:۔

زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس، ۱۹۸۰ء (کی متعلقہ شق) کے مقصد کے لئے جو پانچ فقہیں تسلیم ( [illegible] ) کی گئی ہیں، قرآنی فقہ ان میں شامل نہیں۔

یعنی انسانوں کی مدوّن کردہ فقہیں تو مسلّمہ ہیں لیکن خدا کی نازل فرمودہ فقہ قابلِ تسلیم نہیں!

اے محمدؐ! اگر قیامت را برآری سر زخاک سر برآر و ایں قیامت درمیانِ خلق بیں!

اللہ تعالیٰ نے تارکِ قرآن قوم (یعنی ہم مسلمانوں) کا نقشہ بڑے محاکاتی انداز میں کھینچا ہے۔ یوں سمجھئے کہ حشر کا میدان ہے۔ خدائے مقتدر، اپنے تختِ اجلال پر جلوہ فرما ہے۔ سامنے سے مختلف قومیں گذر رہی ہیں جن کا تعارف ان کے انبیائے کرام علیہم السلام کراتے ہیں۔ جب، ہماری سوختہ بخت قوم سامنے سے گذرتی ہے تو حضورؐ فریاد کناں فرماتے ہیں کہ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (۲۵/۳۰)

اے میرے پروردگار! یہ میری قوم ہے جس نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا!

حضورؐ یہ نہیں فرمائیں گے کہ انہوں نے روایات یا فقہ کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ فریاد کریں گے کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا!

(٥)

# ۲۔ کتاب و سنت

ذیل کی خط و کتابت کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا۔

مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۸۱ء کو ذیل کا خط محترم چیئرمین۔ وفاقی شرعی عدالت کی خدمت میں بھیجا گیا۔

۱۹۸۱-۱۱-۱۷

جنابِ محترم۔ السلام علیکم!

میں ایک اہم استفسار کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ امید ہے آپ اس پر خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

۲۔ وفاقی شرعی عدالت کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے (بلکہ اس کا بنیادی فریضہ ہے) کہ ملک کے مروّجہ قوانین میں سے جو قانون کتاب و سنّت کے خلاف ہو اسے غیر اسلامی قرار دے دے۔ بالفاظِ دیگر کسی قانون کے اسلامی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اور سنت دونوں کے مطابق ہو۔ سوال یہ ہے کہ اگر ایک قانون سنت کے مطابق لیکن قرآن کے خلاف ہو تو اس کی کیا پوزیشن ہوگی؟ اسے اسلامی قرار دیا جائے گا یا غیر اسلامی؟ یہ سوال اصولی ہے اور شرعی عدالت کا فیصلہ بھی اصولی ہی ہوگا۔ اس کی ایک بیّن مثال قانونِ وصیّت ہے۔

۳۔ وصیّت کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ (۲/۱۸۰ یعنی سورۃ بقرہ آیت ۱۸۰)

تم میں سے جب کوئی مرنے کے قریب ہو اور وہ کچھ مال اپنے پیچھے چھوڑ رہا ہو تو اس پر خدا کی طرف سے فرض قرار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے والدین اور دیگر اقرباء (میں سے جس کے لئے چاہے) معروف طریق سے وصیت کرے۔ یاد رکھو! ایسا کرنا متقین پر لازم ہے۔

اس ارشادِ خداوندی سے واضح ہے کہ

(۱) وصیّت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور اس کی اہمیت اس سے واضح ہے کہ آیت کی ابتدا میں كُتِبَ عَلَيْكُمْ کہا گیا ہے اور آخر میں حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ۔

(۲) یہ نہیں کہا گیا کہ وصیّت کرنے والا اپنے مال کے اتنے حصّہ کے لئے وصیّت کر سکتا ہے۔ اس

سے زیادہ کے لئے نہیں، وہ اپنے پورے ترکہ کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔

(۳) یہ بھی نہیں کہا گیا کہ وہ غیر وارثوں کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ وارثوں کے لئے نہیں "والدین اور اقربین" میں وارث اور غیر وارث سب آجاتے ہیں۔

(۴) کسی کو حق حاصل نہیں کہ اس کی وصیت میں کسی قسم کا ردّ و بدل کر سکے۔ فرمایا:-

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۲/۱۸۱)

جو شخص اس وصیت کو سُن کر اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرے، تو اس کا گناہ تبدیل کرنے والوں پر ہوگا۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس میں صرف اتنی گنجائش رکھی گئی ہے کہ

فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۲/۱۸۲)

اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ وصیت کرنے والے نے حق و انصاف سے کام نہیں لیا اور وہ فریقین میں مصالحت کی کوشش کرے تو اس میں حرج کی بات نہیں۔ بیشک اللہ غفور و رحیم ہے۔

ظاہر ہے کہ مصالحت کی یہ کوشش، وصیت کرنے والے کی زندگی میں ہوگی۔ اگر وہ اس مصالحت کے نتیجہ میں اپنی وصیت میں کوئی تبدیلی کرنا چاہے تو فبہا۔ ورنہ اس کی وصیت برقرار رہے گی۔ آخری فیصلہ بہرحال اسی کا ہوگا۔

(۵) یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ "معروف طریق سے وصیت کرے" تو اس معروف طریق کی وضاحت بھی خود قرآنِ کریم میں کردی گئی ہے۔ سورۃ المآئدہ کی آیات (۵/۱۰۶-۱۰۸) میں بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ وصیت کس قسم کے گواہوں کے روبرو کی جائے گی۔

(۶) اگلا سوال یہ سامنے آتا ہے کہ جب ترکہ کی تقسیم کے احکام دے دیئے گئے، تو ان کی موجودگی میں وصیت کی پوزیشن کیا ہوگی۔ اس کی وضاحت بھی خود اللہ تعالیٰ نے کردی۔ تقسیم ترکہ کے احکام سورۃ النسآء کی آیات ۴/۱۱-۱۲ میں دیئے گئے ہیں، اور ہر مقام پر کہا گیا ہے؛ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ .... متوفی کا قرضہ ادا کرنے اور وصیت پوری کرنے کے بعد جو باقی بچے اس کی تقسیم اس طرح سے ہوگی۔ یعنی تقسیم ترکہ کے احکام وصیت پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوں گے۔

(۰)

یہ ہیں وصیت کے متعلق قرآنِ کریم کے احکام ——— صاف اور واضح ——— جن کی رُو سے (۱) وصیت کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔ (۲) وصیت پورے ترکہ کے متعلق کی جاسکتی ہے۔

اور (۳) جس کے حق میں جی چاہے کی جا سکتی ہے۔

اس کے برعکس، موجودہ قانون یہ ہے کہ (۱) وصیت ایک تہائی (⅓) مال میں کی جا سکتی ہے۔ اور (۲) وہ بھی کسی وارث کے حق میں نہیں۔ اس قانون کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث پر مبنی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں قوانین ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ اور مروّجہ قانون سنّت کے مطابق ہے اور قرآن کے خلاف۔ لہٰذا کسی قانون کے اسلامی قرار پانے کے لئے جو دو شرائط لاینفک ہیں۔ یعنی وہ قرآن کے بھی مطابق ہو اور سنّت کے بھی مطابق — مروّجہ قانون ان میں سے صرف ایک شرط پوری کرتا ہے۔ یعنی یہ سنّت کے مطابق ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ دوسری شرط پوری نہیں کرتا، یہ اس کے صریحاً خلاف ہے۔

سوال یہ ہے کہ مروّجہ قانونِ وصیت کے متعلق وفاقی شرعی عدالت کا کیا فیصلہ ہے؟ یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟

واضح رہے کہ، جیسا کہ شروع میں کہا جا چکا ہے، یہ سوال صرف قانونِ وصیت تک محدود نہیں۔ یہ ایک اصولی سوال ہے جس کا اطلاق ہر اس مروّجہ قانون پر از خود ہوگا جو قرآن کے خلاف ہو، بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ سنّت کے مطابق ہے یا نہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس سوال کی اہمیت کے پیشِ نظر، شرعی عدالت اسے اپنی خصوصی توجّہ کا مستحق قرار دے گی، اور ہمیں اپنے فیصلہ سے جلد از جلد مطلع فرمائے گی۔ مروّجہ قوانین میں سے جو قوانین خلافِ قرآن ہونے کے باوجود، "اسلامی" قرار دیئے جاتے ہیں، ان کی تعمیل سے نہ صرف یہ کہ افراد اور قوم کو بے حد نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے بلکہ قوم، گناہِ عظیم کی مرتکب ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ آپ اس سے متفق ہوں گے کہ خلافِ قرآن قوانین کو "اسلامی" سمجھنا بہت بڑا گناہ ہے!

والسلام!

آپ کی توجّہ کا منتظر: محمد خلیل
(ایم۔ ایم خلیل)
مدیر ماہنامہ طلوعِ اسلام

بخدمت گرامی: جناب چیئرمین۔
وفاقی شرعی عدالت
اسلام آباد

———(۰)———

۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء کو اس کا حسبِ ذیل جواب موصول ہوا۔

۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء

مکرمی جناب محمد خلیل صاحب مدیر ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد ازاں عرض ہے۔ کہ آپ کی درخواست بابت وصیت مرسلہ ۱۷ نومبر ۱۹۸۱ء موصول ہوئی اس ضمن میں عرض ہے کہ چونکہ اس مسئلے کا تعلق شخصی قوانین سے ہے اور شخصی قوانین

بہ بحث اس عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ اس لئے آپ کی درخواست واپس کی جاتی ہے۔

والسلام　　　آپ کا مخلص

دستخط

(پروفیسر انوار اللہ)

ایڈوائیزر

وفاقی شرعی عدالت۔ اسلام آباد

اس کے جواب میں عرض کیا گیا:

۱۹۸۲ - ۱ - ۸　　　محترمی۔ السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ نمبری [illegible] مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء موصول ہوا۔ بصد معذرت عرض خدمت ہے کہ میرے سوال پر کما حقہٗ غور نہیں کیا گیا۔ آپ میرے عریضہ مورخہ ۸۱/۱۲/۱۷ کے پہلے پیرا میں دیکھیں گے کہ میرا اصولی سوال یہ تھا کہ

اگر ایک قانون قرآن کے خلاف اور سنّت کے مطابق ہو تو کیا اسے اسلامی قرار دیا جائے گا؟ (عریضہ واپس ارسالِ خدمت ہے)

قانونِ وصیت میں نے بطورِ مثال پیش کیا تھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ میرا سوال محض نظری یا فرضی نہیں بلکہ ہمارے ہاں ایسے قوانین رائج ہیں جو قرآن کے خلاف اور سنّت کے مطابق ہیں۔

میں دوبارہ گذارش کرونگا کہ میرے اس اصولی سوال کا جواب مرحمت فرمایا جائے کہ اگر ایک قانون قرآن کے خلاف اور سنّت کے مطابق ہو تو اسے اسلامی قرار دیا جائے گا یا غیر اسلامی؟ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کا اطلاق خود بخود اس قسم کے جملہ قوانین پر ہو جائے گا۔ اس سے سوال کی اہمیت واضح ہے۔

والسلام　　　بصد اکرام

معذرت خواہ

محمد خلیل

(ایم ایم خلیل)

مدیر ماہنامہ طلوع اسلام

بخدمتِ گرامی جناب چیئرمین صاحب

وفاقی شرعی عدالت

(معرفت پروفیسر انوار اللہ صاحب) اسلام آباد

(o)

۲۸ جنوری ۱۹۸۲ء کو اس کا حسبِ ذیل جواب موصول ہوا۔

متفرق نمبر ۳(۸۲)/۸۱　　　منجانب۔ پروفیسر انوار اللہ۔ ایڈوائیزر

۲۸ جنوری ۱۹۸۲ء　　　۱۴۶/مارگلہ روڈ، الف۔ ۳/۶، اسلام آباد

مکرمی جناب محمد خلیل صاحب! مدیر ماہنامہ طلوع اسلام لاہور

السلام علیکم۔۔۔۔ بحوالہ آپ کی درخواست مورخہ ۸/۱/۸۲ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر آپ

کسی قانون کے متعلق جو کہ قرآن پاک میں موجود ہو اور آپ کے خیال میں حدیث شریف میں اس کی مخالفت ہو، پر فیصلہ چاہتے ہوں تو آپ موجودہ قوانین میں سے کسی ایسے قانون پر (سوائے وصیت کے قوانین کے) کی نشاندہی کرکے اس کے خلاف باقاعدہ شرلیعت پٹیشن دائر کرسکتے ہیں جو کہ عدالت ہذا کے قوانین کے مطابق ہو (نقل متعلقہ قوانین لف ہے) تاکہ عدالت ہذا اس پر مکمل غور وخوض کر کے فیصلہ صادر کرے۔ فقط والسلام

دستخط

(پروفیسر انوار اللہ) اڈیٹر ایڈیٹر
وفاقی شرعی عدالت ۔ اسلام آباد

بملاحظہ۔ جناب محمد خلیل صاحب
مدیر ماہنامہ طلوع اسلام ، ۲۵/بی گلبرگ لاہور ۱۱

ہم کسی خاص قانون کی بات نہیں کررہے تھے۔ ایک اصولی سوال کا اصولی جواب مانگ رہے تھے جو نہ ملا۔

(۰)

# مُشرک تو ہونا ہی پڑے گا،

محترم پرویز صاحب نے ذیل کا خط (مورخہ ۲۷ر جون سنہ ۱۹۸۱ء) سیکرٹری صاحب ، وزارتِ قانون ، وفاقی حکومت کی خدمت میں بھیجا۔

محترمی! السلام علیکم

دستورِ پاکستان (سنہ ۱۹۷۳ء) کے دو اہم نکات کی وضاحت کے لئے باعثِ زحمت ہورہا ہوں۔ امید ہے آپ اسے گوارا فرمائیں گے۔

(۱) دستورِ پاکستان کی شق (آرٹیکل) (۱) ۲۲۷ میں کہا گیا ہے۔

تمام موجودہ قوانین کو ان اسلامی احکام کے مطابق وضع کیا جائے گا جو قرآن وسنت میں مذکور ہیں، اور کوئی ایسا قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو ان احکام کے خلاف ہو۔

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی قانون کے اسلامی ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ قرآن وسنت کے مطابق ہو۔

سوال یہ ہے کہ اگر ایک قانون ، قرآن کے خلاف لیکن سنت کے مطابق ہو، تو اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟ اسے خلافِ اسلام قرار دیا جائے گا یا مطابقِ اسلام؟

اس کے برعکس، اگر کوئی قانون، قرآن کے مطابق ہو اور سنت کے خلاف، تو اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟

(۲) صدارتی حکم ۱۴/۱۹۸۰ ۔ مجریہ ۱۸ر ستمبر سنہ ۱۹۸۰ء کی رو سے ، مندرجہ بالا آرٹیکل کی ترمیم ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

وضاحت:۔ جب ان قوانین کا اطلاق مسلمانوں کے کسی فرقہ کے پرسنل لاز (شخصی قوانین) پر ہوگا، تو قرآن وسنت سے مراد اس فرقہ کی تعبیر ہوگی۔

قرآنِ کریم فرقہ بندی کو شرک قرار دیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:۔

..... وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (۳۰/۳۱-۳۲)

مسلمانو! دیکھنا۔ تم (اسلام لانے کے بعد پھر سے) مشرکین میں سے نہ ہو جانا۔ یعنی ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا، جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کر لیا اور خود ایک فرقہ بن کر بیٹھ گئے۔ اس فرقہ بندی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ اپنے اپنے عقائد اور مسلک میں مگن رہتا ہے (کہ وہ حق پر ہے)۔

حضور نبی اکرم سے ارشاد ہوا۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ..... (۶/۱۶۰)

جن لوگوں نے دین میں تفرقہ پیدا کر لیا اور اپنا ایک الگ فرقہ بنا لیا۔ اے رسول! تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔

اور جماعتِ مومنین سے تاکیداً کہا کہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ..... (۳/۱۰۳)

تم سب یکجا ہو کر کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رہو، اور تفرقہ مت پیدا کرو۔

اگر ایک مسلمان، ان (اور ان جیسے دیگر کئی) ارشاداتِ خداوندی کی رُو سے، شرک سے مجتنب رہتا ہے اور کسی فرقہ (اور اس کی فقہ) سے وابستہ نہیں ہوتا بلکہ اپنے آپ کو صرف مسلمان کہتا ہے اور اس ارشادِ خداوندی کی رُو سے کہ

.... وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝ (۵/۴۴)

اور جو کوئی خدا کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا، تو انہی لوگوں کو کافر کہا جاتا ہے۔

قرآنی احکام کو اپنے لئے سند سمجھتا ہے، تو شخصی قوانین کے سلسلہ میں اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟ وہ "قرآن و سنت" کی جو تعبیر قرآن کی رُو سے کرے گا، کیا اسے اسلامی تسلیم کر لیا جائے گا؟ (۳) میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ یہ سوالات بڑے بنیادی اور اہم ہیں، اور ان کے متعلق دوٹوک فیصلہ، قانون سازی اور نفاذِ قانون کے ضمن میں بہت سی پیچیدگیوں کو دور کر دیگا۔ میں شکر گزار ہوں گا اگر آپ ان کے جوابات سے مجھے سرفراز فرمائیں گے۔ (۴) اگر ان سوالات کا تعلق کسی دوسری وزارت سے ہو، تو براہِ کرم میرے اس عریضہ کو ان کی طرف منتقل کر کے مجھے مطلع فرمائیں۔

شکریہ

والسلام

خیر طلب

غلام احمد پرویز

(چیئرمین قرآنک ایجوکیشن سوسائٹی)

بخدمتِ گرامی

محترم سیکرٹری صاحب۔ وزارتِ قانون

وفاقی حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

انہوں نے ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۸۱ء کو جواب دیا کہ چونکہ اس موضوع کا تعلق وزارت امور مذہبیہ سے ہے، اس لئے اس خط کو ان کے ہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔ ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہونے پر، ۴ ر نومبر ۱۹۸۱ء کو انہیں یاد دہانی کرائی گئی۔ اس پر بھی کوئی جواب موصول نہ ہوا تو انہیں مزید یاد دہانی کراتے ہوئے لکھا گیا کہ

چونکہ اس سوال کا تعلق پوری کی پوری ملت سے ہے، اور مجھ سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ اس خط و کتابت کا نتیجہ کیا نکلا، اس لئے، اگر آپ کی طرف سے جنوری کے اخیر تک کوئی جواب نہ آیا، تو مجھے مجبوراً اس خط و کتابت کو پریس میں دینا پڑے گا۔

اس کا بھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ شخصی قوانین کے متعلق فیصلہ کے لئے آپ کو، کسی نہ کسی فرقہ سے منسلک ہونا پڑے گا، (خواہ اسے آپ شرک ہی کیوں نہ سمجھیں) اگر آپ قرآن کے مطابق کوئی قدم اٹھائیں گے، تو وہ قانوناً واجب التسلیم نہیں ہوگا —— خلافِ قانون قرار دیا جائے گا۔

فرقہ دارانہ فقہ کا فیصلہ واجب التسلیم —— قرآن کے مطابق فیصلہ ناقابلِ تسلیم۔

اب بات سمجھ میں آئی کہ قرآن نے مسلمانوں سے بھی ایمان لانے کا مطالبہ کیوں کیا تھا جب کہا تھا کہ

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ ...... (۴/۱۳۶) اے مسلمانو!.... تم ایمان لاؤ اللہ پر۔ اس کے رسول پر۔ اور اس کتاب پر جسے خدا نے اپنے رسول پر نازل کیا تھا۔

—— (۰) ——

اگر ان کی طرف سے کوئی جواب موصول ہوتا تو ان سے مزید دریافت کیا جاتا کہ

(۱) یہ جو اسلامی قوانین کو "شخصی و ملکی" میں تقسیم کیا گیا ہے تو اس کی سند (اتھارٹی) کیا ہے؟ اس قسم کی تقسیم نہ تو قرآن کریم میں ہے، اور نہ ہی عہدِ رسالتمآبؐ میں اس کا کوئی نشان ملتا ہے۔ گویا یہ تقسیم قرآن و سنت دونوں کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود اسے اس دستور میں شامل کر دیا گیا ہے جس کے سرِ عنوان لکھا ہے کہ کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف وضع نہیں کیا جائے گا!

(۲) یہ جو کہا گیا ہے کہ "ہر فرقہ اپنی اپنی فقہ کے مطابق تعبیر کریگا" تو ان فرقوں کی کوئی فہرست مرتب کی گئی ہے، اور اس کے لئے سند کونسی ہے؟

لیکن جن کی طرف سے کوئی جواب ہی نہ ملے، ان سے سوال کیا کیا جائے؟ اس سعی لاحاصل کے باوجود ہم نے اس خط و کتابت کو طلوع اسلام کے صفحات میں اس لئے محفوظ کر دیا ہے کہ (کم از کم) آنے والے مؤرخ کو اتنا تو معلوم ہو جائے کہ اس دور میں کہیں سے قرآن کی آواز بھی بلند ہوتی تھی۔

—— (۰) ——